دنیا پر اسلام کے احسانات اور مغرب کے مظالم

اور

مسلمانوں اور غیر مسلموں کی ترقی کے اسباب جداگانہ

از: مولانا حذیفہ وستانوی

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

الحمد للہ ہم مسلمان ہیں ہمارا مذہب کامل و مکمل ہے، ہماری تہذیب بہترین تہذیب ہے، ہماری ثقافت اور کلچر امتیازی ہے، غرضیکہ ہم قرآن اور احادیث کی صورت میں اسلام کے مل جانے کے بعد ہر چیز سے بے نیاز ہیں، ہمیں نہ کسی تہذیب سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے، نہ کسی کلچر کو اپنانے کی حاجت۔ ہم صرف اور صرف معقول و منقول ''نظریۂ اسلام'' کی پیروی کے مجاز ہیں، کیوں کہ وہی حقیقی معنی میں ''مساوات'' ''عدل و انصاف'' حقوق اللہ ''حقوق العباد'' ''معاشرت'' ''معیشت'' ''سیاست و ریاضت'' ''حقوق انسانی'' کا مبنی بر انصاف و اعتدال اور میانہ رو تعلیمات کا حامل ہے، وہ صرف عبادات میں منحصر و محبوس نہیں، بلکہ ایک ''دستور حیات'' ہے جو قیامت تک زندگی کے کسی بھی شعبہ میں پیش آنے والے مسائل کو حسن و خوبی کے ساتھ حل کرنے کی مکمل اہلیت رکھتا ہے۔

قرآن اور اسلام کو، دراصل انسان کی ہدایت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ ﷻ نے نازل کیا، مگر اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں اور احادیث مبارکہ میں جس کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے، ''کائنات'' کی بہت ساری اشیاء پر بھی اچھی خاصی روشنی ڈالی، ایک اندازے کے مطابق قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو سے زائد کل آیتوں میں سے تقریباً ایک ہزار آیات ایسی ہیں جس میں ''کائنات'' یعنی ''آسمان، زمین، پہاڑ، ستاروں، پودوں، بیجوں، جانوروں، رات، دن، تخلیق انسانی، بارشوں'' وغیرہ پر مضبوط اور مستحکم انداز میں بحث کی گئی ہے، کوئی ظن و تخمین اور اندازے پر ''علم جدید'' کی طرح عمارت نہیں کھڑی کی گئی ہے۔

اسلام اور قرآن کے آنے سے پہلے کائنات کے سلسلے میں لوگوں کے عجیب عجیب بے ڈھنگے اعتقادات و نظریات تھے، آسمان کے سلسلہ میں قدیم فلاسفہ یعنی فلاسفۂ کلدان کا نظریہ یہ تھا کہ آسمان ایک چھت ہے جو پہاڑوں پر رکھا ہوا ہے، اور آفتاب و ماہتاب اور تمام ستارے اس چھت میں جڑے ہوئے ہیں، بطلیموس کا بھی یہی عقیدہ تھا، زمین کے بارے میں فلاسفۂ ہند کا نظریہ یہ تھا کہ زمین ایک تھال کی طرح ہے، جو ایک گائے کی سینگ پر رکھی ہوئی ہے، اور گائے کچھوے پر کھڑی ہے اور کچھوا ایک بہت بڑے سمندر میں تیر رہا ہے، گائے جب زمین کو اٹھاتے ہوئے تھک جاتی ہے وہ زمین کو ایک سینگ سے دوسرے سینگ پر لیتی ہے جس کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں۔ [سائنسی ترقی میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمات، ص:۵۴]

قرآن کریم نے یہ اور اس جیسے جتنے بھی ''ظنی و وہمی'' نظریات دنیا میں رائج تھے ان کی تردید کی اور مختلف آیتوں میں آسمان و زمین کی حقیقت اس کی تخلیق کے مراحل وغیرہ کو بیان کیا، چوں کہ یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے، جو اس وقت زیر بحث نہیں، لہٰذا ہم بس اتنے ہی پر اکتفا کر رہے ہیں۔

مغرب نے دنیا کو کیا دیا؟

مغرب اور مغربی تہذیب نے دنیا کو کیا دیا اس سوال کا جواب کسی پر ڈھکا چھپا نہیں رہا، کیوں کہ احوال و قرائن اس پر شاہد عدل ہیں کہ مغرب نے دنیا کو نمود و نمائش، عیش کوشی، مادیت، نظریہ بقائے اصلح (**Might is right**) اور علاقہ پرستی کے سوا دنیا کو کچھ نہیں دیا، اس تہذیبِ خادع نے اللہ، آخرت، جزا و سزا، اور نیکی بدی کے تمام اقدار کو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے معدوم کر دیا اور مادہ پرستی، خود غرضی، نفع اندوزی کو انسان پر ایسا مسلط کیا کہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا بنیادی اصول اس تہذیب کا بنیادی نشان اور شعار بن گیا۔ ذاتی و اجتماعی مفاد کی خاطر دھوکہ، فریب، کذب بیانی، ظلم و جور انسانیت کی ہلاکت اور بربادی، غرضیکہ برائیوں کو جائز ہی نہیں بلکہ استحباب کا درجہ دیا اور کارہائے خیر کو پسِ پشت ڈال دیا، انسان کو روحانیت سے بیزار کر کے جسمانی عیش و عشرت اور تفریح پسندی کو انسانوں کی تگ و دو کا محور و مرکز بنا دیا۔ نوبت ایں جا رسید کہ انسانی احترام، عورت کا تقدس، بچوں کی معصومیت، جوانی کی غیرت و حمیت، بڑھاپے کا وقار یہاں تک کہ خاندانی زندگی کا حسن و سلوک اس کے علم برداروں کی نفس پرستی تنگ نظری اور خود غرضی کے بھینٹ چڑھ گئے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمہ اللہ نے مغربی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور پھر کیا خوب کہا:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ زر اب کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

غرضیکہ اس تہذیب نے ہمہ گیر انتشار برپا کیا، گویا یہ تہذیب نسلِ انسانی کے لیے نعمت تو کیا ہوتی لعنت کا درجہ رکھتی ہے، اگرچہ ابشار افریقہ اور پوری دنیا کے مسکین و یتیم (یعنی مغربی تہذیب کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مسکین اور دین جیسی نعمت سے محروم ہو کر مغربی تہذیب کے پیچھے لگنے کی وجہ سے یتیم) اسی کو ترقی تصور کر رہے ہیں۔ **و یا للأسف!**

تہذیب مغرب بدترین پہلو مادیت پرستی (**Moterialism**) ہے جو تمام برائیوں کی جڑ اور اصل ہے، کیوں کہ مادیت کی غایت اور منتہائے مقصود محض جسمانی راحت ہے سائنس جو اشیاء کے حقائق کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ اشیاء کے حقائق علوم وحی سے جانے جاسکتے ہیں، سائنس اور سائنس دانوں کی تحقیقات قطعیت اور یقین کا درجہ نہیں رکھتیں، محض ظن اور اندازہ ہے، بہت بہت تو ظنِ غالب۔ بہر صورت ظن سے نکل کر یقین کے زمرے میں ان

کی تحقیقات کا دخول ناممکنات میں سے ہے، قرآن نے صاف الفاظ میں اعلان کردیا: "**ان یتبعون الا الظن**" وہ محض انکل اور ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں، اور پھر آگے قرآن صاف الفاظ میں اس کے نتیجہ کو بیان کیا: "**وان الظن لایغنی من الحق شیئا**" اور ظن حق اور حقیقت کی معرفت نہیں دے سکتا۔ گویا حق اور حقائق کو جاننا محض علوم وحی سے ہوسکتا ہے۔

مگر بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ "مغرب" نے "ازمنۂ وسطیٰ" میں پادریوں اور بادشاہوں کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے جو خواہشات کا شکار تھے جنہوں نے "یہودیت" اور "نصرانیت" کی صورت بگاڑ کر اسے "عقل" کا مخالف ٹھہرادیا، "سائنسی ترقی" کے لیے مذہب سے بغاوت کو ضروری سمجھا، جو درحقیقت ایک سنگین غلطی تھی، کیوں کہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کے بقول "نقل صحیح اور عقل سلیم" میں کبھی بھی تعارض نہیں ہوسکتا، اور علامہ مرحوم کی یہ بات بالکل سوفیصد مبنی بر حقیقت اور سچ ہے، اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے انکار ناممکن اور دشوار ہے۔ اکیسویں صدی کی سائنسی تحقیقات جو قرآن کی بیان کردہ باتوں کی تائید کررہی ہیں، اس سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے، اگرچہ قرآن جو اللہ ﷻ کی کتاب ہے، اسے اس کی تائید کی ضرورت نہیں، اور ہم سائنسی تحقیقات کو قرآن کے لیے بطور استدلال اور استشہاد کے پیش کرنے کے بھی قائل نہیں، کیوں کہ سائنسی تحقیقات پائیدار اور اٹل نہیں ہوتی، بلکہ بدلتی رہتی ہیں، اور قرآن نے جو کچھ بیان کیا وہ پائیدار اور مستحکم ہے، اس میں تغیر وتبدل کا دور دور تک کوئی امکان نہیں، جب کہ "سائنسی تحقیقات" پر اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ سائنس نے تین سو سال پہلے آسمان اور زمین کے بارے میں کچھ کہا پھر دوسو سال بعد کچھ کہا، پھر سو سال بعد کچھ کہا اور آج کچھ کہا جارہا ہے، اور آئندہ کچھ اور کہے جانے کا امکان موجود ہے، تو ظاہری بات ہے قرآنی حقائق اور سائنسی تحقیقات میں کیسے جوڑ ہوسکتا ہے۔

اگر سائنس کو "قرآن" کے لیے بطور "مستدل" و "شہادت" کے پیش کیا جائے جیسا کہ علامہ طنطاوی نے اپنی کتاب "جواہر التفسیر" میں کیا ہے، تو جب سائنس اپنی کسی پچھلی تحقیق غلط ثابت کرے تو قرآن کی جس آیت کے لیے اس سائنسی تحقیق کو دلیل بنایا گیا ہے اس ایک آیت کی بھی تغلیط لازم آئیگی، اور "جواہر التفسیر" میں کچھ ایسا ہی ہوا بھی ہے، حالاں کہ ایک آیت کی تغلیط انسان کے کافر ہونے کے لیے کافی ہے۔

آج مسلمانوں کا ایک طبقہ جو یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ "ترقی" اور "ایجادات" مغرب کی دین ہے، یہ سراسر بے بنیاد اور غلط ہے اس لیے کہ "کائنات" پر غور وفکر کی دعوت سب سے پہلے قرآن ہی نے دی، قرآن کبھی کہتا: "**افلاینظرون الی الابل کیف خلقت**" کبھی کہتا ہے: "**ما تری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر هل تری من فطور**" کبھی کہتا ہے: "**و السماء بنينٰها باید و انا لموسعون**" اور کبھی کہتا ہے "**افلم ینظروا الی السماء فوقهم کیف بنينٰها و زينٰها و ما لها من فروج**" وغیرہ۔

قرآن کے اس اعلان کے بعد دنیا میں انسان میں غور و فکر، تدبر و تفکر کا ایک جذبہ بیدار ہوا اور پھر مختلف ایجادات واختراعات کا سلسلہ شروع ہوا اسی لیے آپ کو معلوم ہونا چاہئے، جابر بن حیان (ولادت ۷۲۱ متوفی ۸۰۶) سب سے پہلا ماہر کیمیا گذرا ہے، جس نے ایک انگریز مؤرخ کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے ''عمل تقطیر و تذویب و تحویل'' کو بیان کیا، احمد بن عبداللہ المروزی (متوفی ۸۷۴) جو علم ہیئت کا بڑا ماہر تھا جس نے عربی زیج کا نظریہ، ہجری تقویم پر بنا رکھ کر پیش کیا، عباس بن فرناس (متوفی ۸۸۷ء) جو فلکیات، لسانیات وغیرہ میں بڑا ماہر تھا اس نے سب سے پہلے پرندوں کی طرح اڑنے کی کوشش کی گویا ہوائی جہاز کی طرف ذہن منتقل کیا۔ اسی طرح ایک سیارہ گاہ بنائی سب سے پہلے ایک خاص قسم کی ''گھڑی'' بنائی۔ اسی طرح ''کرۂ فلکی'' ایجاد کیا ''تلوار'' کی ایجاد بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی (متوفی ۸۴۷) یہ بھی علم ہیئت کی بڑا ماہر تھا، ریاضیات میں اسے درجۂ کمال حاصل تھا، اسی نے تکمیل (Integration) اور مساوات کی شکلیں پیش کی، اس نے افلاک اور کرۂ ارض کے نقشوں کی ایک اٹلس بھی تیار کی، جعفر البلخی بڑا زبردست ماہر نجوم تھا، یعقوب بن اسحاق الکندی جو بڑا فلسفی گذرا ہے، اس نے ''عالَم'' کے بارے میں یہ ثابت کیا کہ ''عالَم'' ''مکان و زمان'' دونوں میں محدود ہے، اس کے علاوہ ابوریحان البیرونی، عمر الخیام، ابن حوقل، ابن شعب، ابن النفیس، ابن طفیل القیسی، ابن باجہ، ابن البیطار، ابوعلی سینا، ابوالنصر فارابی، ابن الہیثم وغیرہ بھی بڑے ماہر اسلامی فلاسفہ اطباء محققین جغرافیہ داں گذرے ہیں۔ [مستفاد از: سائنسی ترقی میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمات]

اہل مغرب صدیوں تک مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما رہے، مگر انہیں کامیابی نہ مل سکی، اس کی اصل وجہ تو یہ تھی کہ مسلمانوں کا ایمان باللہ بڑا مضبوط تھا اور مسلمان نے ایمانی تقاضوں کو بھی مجموعی اعتبار سے پورے طور پر بجالایا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مسلمان ''ان اعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' کو مدِ نظر رکھے ہوئے تھا، یعنی وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کی جنگی نئی نئی ایجادات واختراعات کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا، لیکن اصل محرک تو بہر حال پہلا امر ہی تھا، دوسرا امر ذیلی اور ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔

اہل مغرب نے اس کو بھانپ لیا، اس نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اولاً ترقی کے ارادے سے علوم اسلامیہ کو سیکھنا شروع کیا مگر زیادہ توجہ ان امور کی طرف دی جو ''دنیوی ترقی'' سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اسے ایسا محسوس ہوا کہ اب ہمیں کامیابی اور غلبہ حاصل ہو جائے گا، تو اس نے ''جہاد اسلامی'' کے مقابلہ میں ''صلیبی جنگ'' کے نام پر تمام عیسائیوں کو متحد کیا، مگر پھر بھی انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی، تو اب انہوں نے پھر غور فکر شروع کیا، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب یہودیت اور نصرانیت کو متحد ہو کر اسلام کے خلاف کوئی ایسا محاذ کھولنا چاہئے، جس سے مسلمانوں کی ایمانی طاقت اور ''اسلامی غیرت وحمیت'' کمزور ہو سکے، لہٰذا ''استشراق'' (Oriantilizm) کے نام پر ایک تخریبی تحریک کی بنیاد ڈالی جس نے ''تحقیق'' (Reasrch) کی آزادی کے نام پر اسلام پر ایک فکری یلغار کر دی، جس نے قرآن و

حدیث، عقائد اسلام، فقہ، اصول فقہ، تاریخ اسلام، عربی زبان، علم کلام، اور فلسفہ اسلامی وغیرہ، تمام علوم اسلامیہ پر آزادانہ تحقیق کی ''انکشاف حقیقت'' کے خوش نما نام پر شبہات واعتراضات کا انبار لگادیا، اور دوسری جانب سائنس نے ٹیکنالوجی کے نام پر الحاد وبے دینی کو فروغ دینے کے لیے مختلف نظریات کو خوب ہوا دے کر عام کیا، وہ نظریات یہ ہیں:

''انسان پرستی (Humanism)، موجودیت (Existentialism)، لادینیت (Secularism)، مادیت (مادہ پرستی) (Materialism)، تجربیت (Empiriscism)، اباحیت (Positivism)، نتائجیت (Fragmatisim)، افادیت پسندی (Vtilitarism)، ڈارونیت یا نظریہ ارتقاء (Theoryuf Darvin) ان میں سے ہر ایک ایمان اور اسلام کے لیے خطرناک اور مہلک ہے۔

تیسری جانب مغرب نے اپنے غلبہ کے بعد کلچر اور فیشن کے نام پر ایک نیا فتنہ اور تحریک شروع کردی، جس سے غیرت وحمیت بلکہ انسانیت کو شدید نقصان پہنچا۔

ہم مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ مغربی تحریک استشراق (Oriatalism) مذکورہ مغربی نظریات باطلہ مغربی کلچر کی حقیقت اور اس کے پیچھے اسلام کے خلاف کی جانے والی سازش سے واقف ہوکر خود بھی اور پورے معاشرے کو مغرب کی ہلاکت خیز سازشوں اور مکروفریب سے بچائیں، اللہ ﷻ ہم سب کو زندگی اسلام کے ساتھ اور موت ایمان کے ساتھ دیدے، اور ہر طرح کی باطل تحریک کا شکار ہونے یا متاثر ہونے سے بھی محفوظ رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

مغرب کا فریب

اخیری علم وحی کے نازل ہونے کے بعد مسلمان دنیا پر غور وفکر کرنے پر آمادہ ہوا، اس لئے قرآنی اشارات و کنایات کو سمجھنے کے لئے اپنی پوری ذہنی توانائی صرف کردیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مختصر سے عرصے میں ایمان ویقین اور تفکر وتدبر کے صحیح استعمال کی وجہ سے ترقی کے بام عروج کو پہنچ گیا، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب تک مسلمانوں میں سلطان سے لے کر وزراء تک اور وزراء سے لے کر امراء تک اور امراء سے لے کر عوام الناس اور علماء غرضیکہ تمام شعبوں کے مسلمانوں میں ایمان اور ایمانی تقاضوں کو پورا کیا جاتا رہا وہاں تک ترقی کرتا رہا، کیوں کہ اللہ ﷻ کا وعدہ ہے ''**وانتم الأعلون ان کنتم مؤمنین**'' اس لئے آپ دیکھیں گے کہ نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین، اور ان کے بعد بھی دیگر خلفاء، اور ان کے فوجی کمانڈروں، میں صلاح وتقویٰ اور اسلامی تقاضوں پر پورے طور پر عمل ہوتا رہا اور کامیابی قدم بوسی کرتی رہی۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کو لے لو، مہلب بن ابی صفرہ کو لے لو، محمد بن قاسم کو لے لو، نورالدین زنگی، سیف الدین قطز، محمود غزنی، صلاح الدین ایوبی، محمد الفاتح، طارق بن زیاد، موسی بن نصیر، اورنگ زیب وغیرہ، سب کے سب تقویٰ، طہارت ایمانی، غیرت اسلامی، حمیت اعمال صالحہ، شب بیداری اور حب رسول جیسے اوصاف مطلوبہ سے سرشار تھے:

آپ کوئی بھی کامیاب جنرل، یا امیر ایسا نہیں بتلا سکتے جو ہمارے زمانہ کے سلاطین وامراء کے مانند ہو۔

مجتہدین خیر وصلاح میں ان پیروکاروں میں بوحنیفہ، بویوسف ومحمد، شافعی ومالک، حنبلی وقیوم رحمہم اللہ اور تصوف اور خیر وصلاح میں شیخ بہاوالدین نقشبندی، شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہم اللہ سرفہرست ہے، جن کے ہاتھوں ان گنت انسان ہدایت سے سرشار ہو کر نفوس قدوسیہ بن کر مخلوق کی غلامی سے خالق کی غلامی میں داخل ہو کر ابدی نجات حاصل کی۔

غرضیکہ عالم اسلام جس وقت ترقی کی منزلیں طے کر رہا تھا، اس دور میں یورپ تنزلی اور ذلت ونکبت کے دور سے گذر رہا تھا، پھر جب اسلام مغرب کے راستے سے اندلس پہنچا اور مسلمانوں کی ترقی کو اہل مغرب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ''مادیت'' کو غرض بنا کر اندلس کی درسگاہوں میں انہوں نے علم حاصل کیا، مگر انہوں نے صرف ہنر حاصل کیا اور پھر بیداری کے بعد انہوں نے اس کو ہمارے کمال اتاترک اور سرسید وغیرہ کی طرح اسے تقلید مشرق اور تقلید مسلم کا نام نہیں دیا یعنی اسلام اور اسلامی تہذیب وافکار سے قصداً متاثر نہ ہونے کا فیصلہ کیا، اور فن اور ہنر حاصل کیا اس طور پر کہ ہماری تعلیمات کو قبول نہیں کیا جیسا کہ انیسویں صدی میں مسلمانوں کے ایک طبقہ نے مغرب سے فن اور ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ اس کے مادی اور غیر اسلامی وانسانی افکار ونظریات کو بھی اپنانے کو ترقی کا لازمی جزء سمجھا، اور سمجھ رہے ہیں بلکہ اسے روحانی صلیبی جنگ (Spritul Crvsads) سے یاد کیا یعنی صلیبی جنگوں کی ہاری ہوئی بازی کو نئے انداز میں کامیاب بنانا۔ اور جب اس کوشش سے وہ انقلاب تک پہنچ گئے، تو اس کو نشأۃ ثانیہ (Renaissande) کا نام دے دیا، یعنی یہ ترقی اور غلبہ انہوں نے اپنے ہی یونانی علوم کے احیاء کی وجہ سے حاصل کیا، نہ کہ مسلمانوں کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے سے، بلکہ انہوں نے تو اسلامی ترقی کو بھی ایمان، قرآن، حدیث وغیرہ کی بنیاد پر نہیں، بلکہ علوم یونان کے عربی میں ترجمہ کے بعد اسی کا مرہون منت قرار دیا، جو سفید جھوٹ اور فریب کے علاوہ کوئی حقیقت کا درجہ نہیں رکھتا۔

بہت سے مسلمان بھی مستشرقین سے متاثر ہو کر یہی تسلیم کرتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ افلاطون، ارسطو، سقراط، بقراط وغیرہ کا زمانہ کو قبل المسیح پانچ سو سال ہے، تو کیوں یونان اور دنیا کو اس وقت نہیں بلکہ ایک ہزار سال تک ترقی حاصل نہ ہو سکی؟ جبکہ مسلمانوں کو ان کے علوم کی وجہ سے ایک ہزار سال بعد ترقی حاصل ہوئی؟ ظاہر سی بات ہے کہ جب بات ہی بے بنیاد ہے تو جواب کیا بن پائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ''یونانی علوم'' ترقی کا باعث تو کیا بنتے! تنزلی کا باعث بنے۔ کیوں کہ یونانی علوم کے تراجم کے بعد مسلمان جب اس کے مطالعہ میں لگا تو ''ظاہریت پرستی'' کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے اس کے ایمان کی بنیاد ڈگمگا کر رہ گئی۔ اسی لیے علماء اسلام نے ''مامون الرشید'' کے بارے میں کہا کہ اس نے ''یونانی علوم'' کے تراجم میں دلچسپی لی، جس کی وجہ سے اعتزال کو تقویت ملی، اور نقل کے مقابلے میں عقل کو ترجیح دینے کا رُجحان مسلمانوں میں زور پکڑ گیا،

لہٰذا اللہ ﷻ اسے یعنی مامون کو ویسے ہی نہیں چھوڑے گا بلکہ باطل فرقوں کو تقویت پہنچانے کی وجہ سے اس کا مواخذہ کرے گا، بلکہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے تو اسے دوسری صدی کا ''مخرب اسلام'' قرار دیا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کو جو کچھ ترقی ملی وہ محض ایمان اور قرآن کی بدولت ملی، یونانی علوم کا اس میں کوئی رول نہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لیے اس ذہنیت سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ الحمدللہ! ہم خود اپنے پاؤں پر محض اللہ ﷻ کی نصرت اور توفیق وفضل سے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہاں! البتہ اہلِ مغرب نے جو کچھ ترقی حاصل کی وہ مسلمانوں سے ہنرمندی سیکھ کر حاصل کی، چاہے اسے وہ تسلیم کرے یا نہ کرے، حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اب ہمیں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایمانی تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کریں اور مغربی تہذیب اور کلچر سے متاثر ہوئے بغیر، صرف ان سے ہنر حاصل کریں، تو ہی کامیابی ہماری قدم بوسی کرسکتی ہے۔ کمال اتاترک کا ترکی، اسی (۸۰) سے زائد سال بعد بھی، ایمان سے بغاوت کی وجہ سے آج تک ترقی نہیں کرسکا، اور کر بھی نہیں سکے گا، اس لیے کہ جب تک اسلام اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ باطل کی کسی بھی تہذیب سے متاثر ہوئے بغیر، ہم مسلمان ٹیکنالوجی سے استفادہ کریں تو ہوسکتا ہے کہ ہمارے لیے کامیابی کی راہ ہموار ہوسکے، بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر ٹیکنالوجی نہ بھی ہو اور محض مضبوط ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل، اتحاد و اتفاق کے ساتھ ہونے لگے تو ترقی ممکن ہی نہیں، انشاء اللہ لازمی اور یقینی ہے، کیونکہ قرآن کا اعلان ہے: ''**وأنتم الاعلون ان کنتم مؤمنین**'' کیا آپ نے غزوۂ بدر، سیف الدین قطز، نورالدین زنگی، طارق بن زیاد، خالد بن ولید، صلاح الدین ایوبی، محمد الفاتح رحمہم اللہ وغیرہ کی تاریخ اٹھا کر نہیں پڑھی؟ وہ ایمان و یقین کے جبل راسخ اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے والے تھے، نہتے تھے، مگر پھر بھی کامیاب وکامران ہوئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل مغرب اور دیگر غیر مسلم اقوام جب ان کے پاس ایمان نہیں کیوں ترقی کر رہی ہے، تو حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

اسلام اور ترقی

ترقی اور علمائے اسلام

لوگ کہتے ہیں کہ علمائے اسلام ترقی سے روکتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ الزام صحیح نہیں بلکہ عام طور پر لوگ تو عقلی طریقہ سے ترقی کو ضروری ثابت کرتے ہیں، اور میں اسے شرعی فرض کہتا ہوں، اللہ ﷻ کا ارشاد ہے: ''**ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات**'' یعنی ہر قوم کے لئے قبلہ کی ایک جہت مقرر ہے، جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے تو ایک دوسرے سے بھلائیوں میں آگے بڑھو، ہم کو تو استباق یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم ہے، اور یہی ترقی ہے، ترقی کی ضرورت تو قرآن شریف سے ثابت ہے بلکہ ''**استبقوا**'' امر کا لفظ ہے جو فرض ہونے کا تقاضا کرتا ہے، تو

یہ کہا جائے گا کہ اسلام میں ترقی کرنا فرض ہے، اب کسی کی مجال ہے کہ ترقی سے روک سکے۔ لہٰذا علماء پر یہ الزام بالکل تہمت ہے۔ قرآنی فرض سے کوئی کیسے روک سکتا ہے۔ بس فرق اس قدر ہے کہ اور لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دوسری قوموں کے قدم بہ قدم چل کر ترقی کرو اور علماء یہ کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن کہے اس طرح ترقی کرو۔

غیر قوموں کی تقلید

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تدبیریں یورپ اور غیر قوموں نے اختیار کی ہیں ان کا دنیوی کامیابی میں کوئی اثر ہی نہیں۔ ہاں! یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمانوں کو ان تدبیروں سے فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے ان تدبیروں کے اثر کرنے میں ایک رُکاوٹ ہے اور وہ رُکاوٹ ان کا گناہ اور اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنا ہے اور یہ رکاوٹ کافروں میں نہیں ہے، کیونکہ ان پر جزئی عملوں کی ذمہ داری نہیں، ان پر تو ایمان لانے کی ذمہ داری ہے، اور ایمان نہ لانے پر اور کفر کرنے ہی پر ایسا سخت عذاب ہوگا، جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں۔ باقی عملوں کی ان سے پوچھ نہ ہوگی، نہ ان کی سزا ملے گی۔ اور مسلمانوں سے الحمدللہ، کفر کا عذاب ہٹا ہوا ہے، ان سے عملوں پر پوچھ ہوگی، اور جب یہ ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہیں، تو ان کو کامیابی ہوا نہیں کرتی، اللہ ﷻ ان تدبیروں میں سے اثر کو دور کردیتے ہیں، تاکہ اس مخالفت کی سزا دنیا ہی میں بھگت لیں۔

ہر قوم کی ترقی اور کامیابی کا طریقہ الگ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو فائدہ دے، وہ سب ہی کو فائدہ دے، اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ تدبیریں ہمیں بھی فائدہ دیں گی، تب بھی خداوندی احکام کی پیروی فرض ہے، اور ان ناجائز تدبیروں کا اختیار کرنا ہرگز روا نہ ہوگا۔ دیکھئے شراب، جوے اور سود میں بھی نفع ہے، خود ارشاد عزوجل ہے: ”**قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس**“ (آپ کہہ دیجئے شراب اور جوے میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کو کچھ فائدہ بھی ہے) لیکن ایسے فائدہ کو لے کر کیا کریں، جس میں اللہ ﷻ کا غضب بھی ملا ہو۔ لوگ تدبیر تو کرتے ہیں، شریعت کے خلاف اور پھر چاہتے ہیں کہ علماء ساتھ دیں، اور فائدہ ہی کہاں ہوا، جس میں اللہ ﷻ کا غضب نازل ہو، اور دین و دنیا دونوں کی تباہی ہو، اس لئے مسلمانوں کو ان تدبیروں سے ترقی نہیں ہوسکتی، بلکہ اور تنزلی ہوگی، اور ہوتی جارہی ہے۔

ترقی کی قسمیں

ترقی اچھی باتوں میں بھی ہوتی ہے اور بری میں بھی؛ مگر بھلائیوں میں تو کوشش کرکے ترقی حاصل کرنے کے قابل ہے اور برائیوں میں نہیں، ورنہ ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں منع کیا جاتا ہے، میں ترقی کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ اسی طرح ہر دھوکہ باز کو، چور کو، گرہ کٹ کو، کفن چور کو، رشوت لینے والے کو، سود خور کو، سٹہ باز کو؛ غرض ہر بدمعاش کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا۔ اس لئے بھلائی میں تو ترقی، ترقی ہے اور برائی میں ترقی بری ہے۔ تو اب جس ترقی کو اور لوگ کہتے ہیں یا وہ اس کا بھلا ہونا ثابت کردیں یا جس ترقی کو علمائے اسلام کہتے ہیں ہم اس کا بھلا ہونا

ثابت کردیں۔ خود ترقی کرنا تو ضروری اور فرض ہے، مگر ان طریقوں سے ترقی کو برائی میں ترقی کرنا بنادیا ہے، جو درحقیقت بجائے ترقی کے تنزلی ہے۔

اسلاف کی ترقی اور موجودہ ترقی

موجودہ ترقی کا حاصل تو حرص ہے، اور شریعت نے حرص کی جڑ کاٹ دی ہے۔ صحابۂ کرام ﷺ نے جو حضور ﷺ کے نمونہ تھے، کہیں ایسے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی، نہ حضور ﷺ نے کبھی اس کی تعلیم فرمائی، نہ حضور ﷺ ہی کی سیرت میں کوئی واقعہ ہے۔ ان حضرات کی ترقی تو دین کی ترقی تھی، اگرچہ اس کے ساتھ ہی دنیا کی بھی وہ ترقی ملی کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں، لیکن مقصود صرف وہی ترقی تھی؛ چنانچہ ان کی اس شان کو خود اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: **"اَلَّذِیْنَ ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر"** (یہ وہ لوگ ہیں، اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دے دیں تو یہ نماز ادا کرتے رہا کریں، زکوٰۃ دیتے رہا کریں اور بھلائیوں کا حکم اور برائیوں سے روک ٹوک کرتے رہا کریں)۔ یہ ہے ترقی کے بعد ان کے خیالات کا نقشہ جس میں کسی شک وشبہ کی بھی گنجائش نہیں۔

مالی ترقی

جس ترقی کو لوگ ترقی کہتے ہیں، اس کے تین حصے ہیں: ''مال، عزت، حکومت'' آج کل دوسری قوموں کے سامانِ عیش دیکھ کر مسلمانوں کی رال ٹپکتی ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ بھلائی اور سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو دنیا زیادہ نہ ملے، اگر ہم کو زیادہ مال دیا جاتا تو رات دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے، آخرت سے بالکل غافل ہوجاتے، اس پر شاید یہ شبہ ہو کہ ہماری نیت تو یہ ہے کہ اگر اللہ ﷻ ہم کو سامان زیادہ دیں تو خوب نیک کام کریں اور اللہ ﷻ کے راستہ میں خوب خرچ کریں تو یاد رکھیے کہ اللہ ﷻ آپ سے زیادہ جاننے والے ہیں، آپ کو کیا خبر ہے کہ اس وقت آپ کے جو ارادے اور نیتیں ہیں، زیادہ مال ملنے کے بعد بھی یہ باقی رہیں گی یا نہیں، اس کو تو اللہ ﷻ ہی جانتے ہیں، حضرات صحابۂ کرام ﷺ سے بڑھ کر کون نیک بخت ہوگا۔

مگر حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک بار صحابہ ﷺ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ میرے بعد سلطنتیں اور شہر فتح ہوں گے اور تمہارے پاس زیادتی کے ساتھ مال وسامان اور غلام ونوکر ہوں گے؟ صحابہ ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس وقت ہم اللہ ﷻ کی عبادت کرنے کے لئے فارغ ہوجائیں گے۔ **"نتفرغ للعبادۃ ونکفی المؤنۃ"** (ہم عبادت کے لئے فارغ ہوجائیں گے اور مشقت سے بچ جائیں گے)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آج کل ہے۔ جب حضور ﷺ نے صحابہ ﷺ کے لئے زیادہ پسند نہیں کیا، حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادت میں پہلے سے زیادہ ترقی کی ہے، اور دنیا میں نہیں گھسے تو اوروں کے لئے کب پسند فرمائیں گے۔

اس لئے مسلمانوں کو دوسری قوموں کا مال دیکھ کر رال نہ ٹپکانا چاہئے۔ "**اولئک عجلت لهم طیباتهم فی حیاتهم الدنیا**" (یہ کافر لوگ تو وہ ہیں، جن کو ان کی نعمتیں دنیاوی زندگی ہی میں دیدی گئی ہیں) اور آخرت میں تو کافروں کے لئے عذاب ہی ہے اور مسلمانوں کے واسطے تو راحت جنت میں ہے، دنیا میں تو مسلمانوں کو اتنی ترقی چاہئے کہ پیٹ بھر کر روٹی مل جائے، ستر ڈھانکنے کے لئے کپڑا اور رہنے کو مختصر سا مکان اور اتنا الحمدللہ بہت مسلمانوں کو حاصل ہے۔ صحابہ ﷺ کو حضور ﷺ کے زمانہ میں اتنا بھی حاصل نہ تھا، تو ہم لوگ بادشاہ ہیں، ارشاد نبوی ہے: جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ بدن میں صحت ہو، دل میں بے فکری ہو، ایک دن کا کھانا اس کے پاس ہو، تو گویا اس کو تمام دنیا مل گئی۔

غرض اللہ ﷻ کی حکمت ہے، بعض لوگوں کو غریب رکھتے ہیں، انہیں کیا خبر ہے کہ امیر ہونے کے بعد وہ کیسے ہو جائے۔ ایسے لوگوں کو اللہ ﷻ یہ نیک نیتی عطا فرما دیتے ہیں، یہی ان کے درجے بلند کرنے کے لئے کافی ہے۔ خود اللہ ﷻ کا ارشاد ہے: "**قول معروف و مغفرة خیر من صدقة یتبعها اذیٰ واللّٰہ غنی حلیم**" (اچھی اچھی باتیں اور معافی دے دینا ایسے صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد احسان جتانے کی تکلیف ہو، اور اللہ ﷻ بے نیاز ہیں بردبار ہیں) جس کے پاس مال نہیں وہ نیک باتوں سے ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

ایک شبہ اور جواب

شاید کوئی یہ کہے کہ قرآن شریف میں: "**و انه لحب الخیر لشدید**" (بے شک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے) "**کتب علیکم إذ حضر احدکم الموت إن ترک خیر ان الوصیة... الآیة**" (تم پر ضروری کی گئی ہے وصیت، جب کسی کو موت آنے لگے اگر وہ مال چھوڑ دے) یہاں مال کو خیر فرمایا ہے۔ لہٰذا مال کی ترقی بھی خیر اور بھلائی میں ترقی ہوئی اور "**فاستبقوا الخیرات**" (بھلائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو) میں یہ بھی آ گئی۔

جواب یہ ہے کہ "**الخیرات**" میں مطلق خیر مراد ہے یعنی جو ہر طرح بھلائی ہی بھلائی ہو، اور مال ہر طرح بھلائی نہیں۔ اس کی بھی بھلائی ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں، جن کی رعایت نہیں کی جاتی، اس لئے مالی ترقی کو بھلائی میں ترقی نہیں کہہ سکتے اور جس درجہ میں مال بھلائی ہے، اس درجہ ترقی سے ہم بھی نہیں روکتے، جائز بلکہ فرض کہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ "**کسب الحلال فریضة بعد الفریضة**" حلال مال کمانا اور فرضوں کے بعد فرض ہے۔

عزت کی ترقی

اللہ ﷻ فرماتے ہیں: "**وللّٰہ العزة و لرسوله و للمومنین**" یعنی اللہ ہی کے لئے ہے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے، اور مسلمانوں کے لئے۔ بھلا جس شخص کا اس آیت پر ایمان ہوگا، وہ عزت حاصل کرنے سے

کیسے روکے گا۔ علماء صرف ترقی کے طریقہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کلکتہ کا ٹکٹ لے کر پشاور نہیں بھیج سکتے؛ جو طریقے لوگ ترقی کے کہتے ہیں، وہ غلط ہیں، صحیح طریقہ وہ ہے جو اللہ اور رسول نے بتایا ہے۔ مگر اس طریقہ کی تحقیق کے لئے یہ سمجھئے کہ عزت حاصل کرنے کی غرض کیا ہے، اور وہ کیوں ضروری ہے؟ لوگ جو ترقی اور عزت چاہتے ہیں اس کی غرض محض بڑا بننا ہے۔ مگر میں اس کی اصلی وجہ بیان کرتا ہوں، اصل یہ ہے کہ عقلی طریقہ پر انسان کو دو چیزوں کی ضرورت ہے، نفع حاصل کرنا اور ضرر سے بچنا۔ آدمی جو کچھ کرتا ہے، اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یا نفع حاصل کرتا ہے یا ضرر سے بچتا ہے، مثلاً کھانا کھاتا ہے تو اس لئے کہ بھوک کے ضرر سے بچے، اور قوت کا فائدہ حاصل کرے۔ غرض جو کچھ کرتا ہے یا تو فائدہ حاصل کرنے کے لئے یا ضرر سے بچنے کے لئے۔

دوسری بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں، اور اس کا طریقہ مال اور عزت کا حاصل ہونا ہے، کہ مال تو فائدہ کے حاصل کرنے واسطے اور عزت ضرر سے بچانے کے لئے۔ اور اگر عزت کبھی خطرہ کا سبب ہوتی ہے، جیسے بڑے آدمیوں کے کچھ دشمن بھی ہو جاتے ہیں، تو وہ عزت کی کمی اور کسی نہ کسی حد سے اندر ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، ورنہ عزت تو بچاؤ کی ہی چیز ہے۔ اسی وجہ سے اللہ ﷻ کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا، کیونکہ غلبہ اور عزت بے حد و انتہا ہے۔

تاہم عزت ہی ایسی چیز ہے جو آدمی کو بہت سی مصیبتوں اور خطروں سے بچاتی ہے، مثلاً اب ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں، کوئی ہم کو ذلیل نہیں کر سکتا، بیگاری میں نہیں پکڑ سکتا۔ غرض: عزت کی غرض ضرر سے بچنا ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ عزت اور مال دونوں پسندیدہ اور حاصل کرنے کے قابل ہیں، بشرطیکہ طریقہ سے ہوں، شریعت کی حد میں رہ کر ہوں اور جو لوگ مال اور عزت حاصل کرنے کے لئے برائی کرتے ہیں، ان کا مطلب مال کی محبت اور عزت کی محبت سے منع کرنا ہے اور محبت بھی ایسی جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی ہو کہ ان کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "**قل إن كان ابائكم ...... حتى ياتي الله بأمره**" (فرما دیجئے اگر تمہارے باپ بیٹے، بھائی، بیویاں، کنبے اور وہ مال جس کو کمایا ہے اور تجارت جس کے رک جانے سے تم ڈرتے ہو اور گھر جو تم پسند کرتے ہو، تمہارے نزدیک اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم یعنی عذاب لائیں)۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مال وعزت کی محبت اور وہ بھی اتنی بڑھی ہوئی جو اللہ ﷻ سے غافل کر دے اور ان کے مقابلہ میں شریعت کی پرواہ نہ رہے اور مال و آبرو کی اتنی حفاظت کہ دین رہے یا جائے، مگر بات نہ جائے، یہ برا ہے اور بہت برا ہے۔

حکومت کی ترقی

لوگ علماء کو کہتے ہیں کہ تم کو سیاست کی کچھ خبر نہیں ہے یہ وقت جائز و ناجائز کے سوال کا نہیں، اب تو جس طرح

ہوحکومت کی ترقی ہونی چاہئے یعنی ہم کو جس قدر حکومت حاصل ہے، اس میں اور ترقی کرنا چاہئے لیکن افسوس ان لوگوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ شریعت میں خود حکومت مقصود ہی نہیں بلکہ ملا ناپن چاہا جاتا ہے اور سلطنت و حکومت سے بھی مقصود مُلا ناپن ہی پھیلانا ہے کہ جو ایمان کی دولت سے محروم ہیں، ان کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا جائے یا اپنے میں ملا کر رکھا جائے کہ وہ ایمان اور شریعت کے نور کو دیکھیں اور اپنی آنکھیں کھولیں۔ حکومت سے تو صحابہ ﷺ میں بھی یہ مُلاّ پن ہی پسند فرمایا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: **"والذین إن مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ و أمروا بالمعروف ونھوا عن المنکر"** (یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دیدیں تو یہ نماز پڑھتے رہا کریں، زکوٰۃ دیتے رہا کریں اور بھلائی کا حکم اور برائی سے روک ٹوک کرتے رہا کریں)۔

حاصل یہ ہے کہ مال، عزت، حکومت تینوں کی ترقی میں خود انہی کی ترقی تو زیادہ پسند نہیں، ہاں اگر دینداری کی ترقی مقصود ہو تو یہ سلف کی ترقی کے موافق ہوگی اور اسی سے یہ تینوں ترقیاں خود بخود حاصل ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن اگر یہ تینوں ترقیاں شریعت کی حد میں رہ کر ہوں، جن سے کسی حکم کے خلاف نہ لازم آئے تب ہی بھلائی میں ترقی ہے ورنہ پھر برائی کی ترقی ہے اور بہت بری اور خالص حرص ہے، تو یہ سمجھئے کہ لوگوں نے حرص کا نام ترقی رکھ لیا ہے، تاکہ یہ عیب چھپا رہے اور پھر اس کی اصلاح بھی نہ ہو سکے۔

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی راز

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا، کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ سود میں ترقی کا اثر ہوتا، تو چاہئے کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں ان کو بھی ترقی ہوتی، حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ بھی کچھ ترقی پائے ہوئے نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے، اس لئے مسلمان ترقی نہیں کرتے، مگر یہ بھی غلط ہے، کیونکہ معاملوں میں شریعت کے حدود کے پابند کتنے تاجر ہیں؟ غالباً دو چار کے سوا کوئی نہیں ملے گا، تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہیں ہوئی، یہ کون سے ناجائز معاملہ چھوڑ دیتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کی دنیاوی ترقی دیکھ دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے، تو وہ ان کی ہر حالت کو ترقی کا سبب سمجھنے لگتے ہیں، اور پھر ان کو اختیار کرنے بھی لگتے ہیں، دوسروں کو رغبت بھی دلانے لگتے ہیں، کبھی ان کی صورت اور وضع بنانے لگتے ہیں، کہ اسی سے ترقی ہوگی، کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا دینا چاہتے ہیں، کہ یہی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے، عورتیں آزاد ہونگی تو علوم اور صنعت و حرفت سیکھیں گی، اولاد کو بھی ترقی کرائیں گی، لیکن یہ خیال بھی غلط ہے، کیونکہ مسلمانوں میں بعض قوموں کی عورتیں پردہ نشین ہیں، اور زیادہ تعداد ایسی غریب قوموں کی ہیں، جن میں ہمیشہ سے پردہ کا رواج نہیں، تو اگر بے پردگی ہی سے ترقی ہوتی ہے، تو ان قوموں نے کیوں نہ کر لیا، تو معلوم ہوا کہ ایسی ایسی باتیں غیر قوموں کا ترقی کا سبب نہیں ورنہ اگر ان باتوں میں ترقی کا خاصہ ہوتا تو

یہ جہاں پائی جاتیں وہاں ترقی بھی ہوتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان باتوں میں ترقی کا خاصہ نہیں ہے۔

غیر قوموں کی ترقی کا اصلی سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں، وہ ان کی ایسی صنعتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لے لی ہیں، جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ کرنا ہوش سے کام لینا، آپس میں اتفاق واتحاد کرنا اور یہ سب باتیں وہ ہیں جن کی تعلیم، اسلام نے دی ہے، اور ان سب حکموں کا خاصہ ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے ترقی ہوتی اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے، چاہے کہ کوئی اختیار کرے اور کوئی چھوڑے، حقیقت یہ ہے کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کے اصولوں کو اپنا لیا ہے۔

اب مسلمانوں نے تو ان کو چھوڑ دیا ہے، ان میں نہ اتحاد و اتفاق ہے، نہ رازداری کا مادہ ہے، نہ انتظام ہے، نہ وقت کی پابندی ہے نہ انجام سوچ کر کام کرتے ہیں اور جو کام کرتے ہیں جوش سے کرتے ہیں ہوش سے نہیں کرتے، اس لئے ان کی ترقی جو ہو چکی تھی وہ بھی جاتی رہی اور دوسری قوموں نے ان کے گھر سے چرا کر ان باتوں پر عمل شروع کر دیا تو ان حکموں کا جو خاصہ تھا یعنی ترقی وہ ان میں ظاہر ہو گیا، مگر یہ چوری ناتمام چوری ہے، جیسے چور کو گھر کی سب چیزیں معلوم نہیں ہوتیں، اس کے ہاتھ وہی چیزیں لگتی ہیں جو ظاہر ہوتی ہیں، دبے ہوئے خزانے ہاتھ نہیں لگتے، اس لئے ان کو بھی اس پارس کی پتھری کی، جو آپ کے گھر نہیں تھی خبر نہیں ہوئی یا ہوئی مگر انہوں نے اسے ایک بیکار پتھر سمجھ کر چھوڑ دیا کہ اس کی قدر تو واقف ہی کو ہوتی ہے، ناواقف اسے کیا جان سکتا ہے۔ وہ پارس کی پتھری ایمان، توحید، اعتقاد ورسالت، نماز و روزہ وغیرہ ہیں، افسوس آپ کو اپنے گھر کی قدر نہیں، اگر آج آپ میں وہ صفتیں ہوتیں جو دوسری قوموں نے آپ سے لے لی ہیں تو اس پارس کی پتھری کے ساتھ مل کر آپ کو وہ ترقی ہوتی جو غیر قوموں کے خواب میں بھی کبھی نہ آئی ہوگی، آپ کو وہ عروج اور بلندی حاصل ہوتی جو آپ کے اسلاف کو حاصل تھی کہ ان سے کوئی آنکھ بھی نہ ملا سکتا تھا۔ افسوس آج مسلمان یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان سب باتوں کو اور نماز روزہ کو ترقی میں دخل بھی ہے۔ اس صاف ارشاد پر نظر بھی نہیں رہی: ”**وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولایشرکون بی شیئا**“ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ضرور ان کو ملک میں خلیفہ وبادشاہ بنائیں گے اور ان کو دین پر جس کو ان کے واسطے پسند فرمایا ہے، قبضہ والا بنا دیں گے، اور خوف کے بعد امن بدل دیں گے کہ وہ میری عبادت کریں اور شرک نہ کریں)۔

کس قدر صاف طریقہ سے ان عملوں کا خاصہ بیان فرمایا ہے اور پھر ترقی کا وعدہ بھی فرمایا ہے کہ جس کے خلاف ہونے کا احتمال بھی نہیں، کیا اس سے بڑھ کر کوئی تدبیر ترقی کی ہو سکتی ہے کہ جس کے ناکام ہونے کا وہم بھی نہ ہو۔ اس میں سو فیصدی کامیابی ہی کامیابی ہے، اللہ جل جلالہ کا وعدہ ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوگا، اس لئے تدبیر میں کامیابی بالکل

یقینی ہے، افسوس جس خزانہ کو چور نے ناواقف ہو کر یا بیکار چھوڑ دیا تھا۔ آج اس کی قدر و قیمت سے خود گھر والے بھی واقف نہیں ہیں اور کس قدر بے قدری کر رکھی ہے کہ بعض کا کلمہ بھی درست نہیں یا نماز ہی غائب یا نماز بھی ہے تو سجدہ، رکوع، قومہ غائب، یہ سب بے قاعدگی اس واسطے ہے کہ نماز صرف ثواب کا کام سمجھ رکھا ہے، اس کے دنیا کے فائدے ان کو معلوم نہیں بلکہ بعض جاہل تو نماز روزہ کو ترقی سے روکنے والا سمجھتے ہیں۔

اگر ان کو حقیقت معلوم ہو جاتی اور یہ خبر ہو جاتی کہ ان عملوں کو ترقی میں اور حکومت ملنے میں بڑا دخل ہے تو پھر دیکھتے کہ مسلمان کس ذوق شوق سے جوق جوق نماز روزہ وغیرہ سب عملوں کو بجالاتے، گو اس نیت سے عمل کرنا اچھا نہیں خلوص کے خلاف ہے، اصل مقصود خدا تعالیٰ کی رضامندی ہونی چاہیے، یہ دنیا کے فائدے تو خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں غرض ترقی کے اسباب آپ کے گھر میں موجود ہیں، اور آپ ہی کے گھر سے دوسروں نے چرائے ہیں، اسلامی تعلیمات جو نہایت زریں تعلیمات ہیں، افسوس ہم مسلمانوں نے اس سب کو چھوڑ رکھا ہے، پھر ترقی کیسے ہو سکتی ہے۔

ترقی کا اصول

ایک کاشتکار کی ترقی کاشت کی ترقی سے ہوتی ہے، یا ملازم کی ترقی ملازمت کی ترقی سے ہوتی ہے، تاجر کی ترقی تجارت کی ترقی سے صنعت وحرفت والے کی ترقی صنعت وحرفت کی ترقی سے ہوتی ہے، غرض ہر کام والے کی ترقی اس کے کام ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اور جس قدر زیادہ ترقی اس کام میں ہوگی اسی قدر وہ بھی ترقی والا اہل کمال اور ساری دنیا میں عزت والا ہوگا تو کیا پھر مسلمان کی ترقی اسی سے نہ ہوگی اس کے اسلام میں ترقی ہو اور اسلامیات میں اعتقادات معاملات، اخلاق، سب میں کمال درجہ کی ترقی ہو، بس ایک ہی اصول ہے ترقی کا۔ **"وأنتم الأعلون ان كنتم مؤمنين"** (تم ہی عالی اور ترقی والے ہو، اگر تم پورے مسلمان بن جاؤ)۔

مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ

ان کی ایک صفت کو ارشاد فرمایا ہے: **"أذلة على المؤمنين اعزة على الكافرين"** (مسلمان مسلمانوں میں نرم اور کافروں پر غلبہ وعزت والے ہیں) تو جس قدر مسلمانوں کے ساتھ آپ اپنے آپ کو نرم اور خوش اخلاق رکھیں گے، اسی قدر دوسروں کی نظر میں عزت ہوگی یہ ایک زریں اصول ہے، چند ہی روز عمل کر کے نتیجہ دیکھ لیا جائے کہ اس سے کس قدر ترقی حاصل ہوتی ہے، حضرات صحابہ وتابعین اور اسلاف کو جس قدر ترقی حاصل ہوئی اس سے دنیا واقف ہے تو کیا ان حضرات نے سودی کاروبار کیے ہیں، کیا ناجائز خرید وفروخت کی تھی، کیا پردہ اٹھایا تھا اور کوئی تدبیر جو آج کل کی غیر قوموں میں رواج پا رہی ہیں ان میں سے کوئی تدبیر کی تھی؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی نہ کی تھی، وہاں فقط ایک ہی تدبیر تھی جو قرآن شریف نے بتائی ہے یعنی کمال ایمان، عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق، سب میں شریعت غرا کی کامل فرماں برداری، ہر مسلمان کے لئے ہیچ اور ذلیل بن جانا جس میں ایثار، اتفاق واتحاد، انتظام واستقلال سب

کچھ آ گیا، بس یہی وہ نسخہ ہے، جس سے مسلمانوں نے ہمیشہ، اور وہم وخیال سے زیادہ ترقیاں کی ہیں، یہ ہمیشہ کا تجربہ کیا ہوا، دیکھا اور برتا ہوا نسخہ ہے اور پھر اس پر خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے، افسوس اس اکسیری نسخہ کو چھوڑ کر دربدر بھیک مانگی جارہی ہے اور ناموافق مزاج نسخے استعمال کر کے نقصان اٹھایا جارہا ہے، کاش قوم کا درد رکھنے والے بزرگ ہر ہر جگہ اس کی انجمنیں اور کمیٹیاں قائم کریں کہ لوگوں کو ایمان کامل کی طرف لایا جائے، ''**اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین**'' کا درس دیا جائے، پھر ترقی مال وعزت کی بلکہ حکومت تک رکھی ہوئی ہے۔ فقط!

[نقل کردہ از الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ، حصہ سوم، از حکیم الامت حضرت تھانویؒ: ۱۱۸ تا ۱۲۸]

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلمانوں کی ترقی اور غیر مسلموں کی ترقی کے اسباب جداگانہ ہیں تو ہمیں فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہم انشاء اللہ اغیار کی تہذیب سے اپنا دامن چھڑا کر محض قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے سایہ میں پناہ لے کر کامیابی کی منزل کی طرف قدم بڑھائیں گے، کفر اور اہل کفر سے بیزاری بھی کامیابی میں اہم رول ادا کرے گی، اللہ ﷻ نے اصحاب کہف کے واقعہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا، سوال پیدا ہوتا ہے، کیوں؟ تو مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں بڑی عجیب بات تحریر فرماتے ہیں: ''بظاہر اصحاب کہف کا کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں، مگر پھر بھی قرآن نے ان کے واقعہ کو ذکر کیا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک تو وہ مومنین کی جماعت تھی، قرآن نے کہا: ''**انهم فتية آمنوا بربهم**'' وہ چند نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تھے۔ آگے بیان کیا: ''**فقالوا ربنا رب السموات والارض لن ندعو من دونه الهة**'' انہوں نے کہا، ہمارا پروردگار تو وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پروان چڑھایا، ہم ہرگز اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو نہیں پکاریں گے۔ یہ اور اس کے بعد والی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کفر اور اہل کفر سے بیزاری کا اعلان کیا، اللہ ﷻ کی نگاہ میں سب سے بڑا کارنامہ ٹھہرا''۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ اور دیگر اقوام کے عادات، اطوار ونظریات، افکار، اعتقادات، کلچر، تہذیب وتمدن، معاشرت ومعیشت، سیاست وریاضت، تمام امور میں بیزاری کا اعلان کر کے صرف اور صرف اسلام کے دامن کو خوب مضبوطی کے ساتھ تھام لینا چاہئے، ہمارا لباس اسلامی ہو، ہمارا رہن سہن اسلامی ہو، ہمارا طور وطریق اسلامی ہو، ہمارا ماحول اسلامی ہو، غرضیکہ ہمارا ہر کام خالص اسلام کے موافق ہو، تو انشاء اللہ کامیابی ہماری قدم بوسی کرے گی، اور ذلت اور نکبت کا طلسم ٹوٹ جائے گا، اللہ ﷻ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مغرب کے مظالم

۱۔ مغرب نے دنیا کو مادہ پرستی کا نظریہ دے کر اس کی تائید کے لیے سیکولرزم، اشتراکیت، نظریہ ارتقاء، جنس پرستی، سرمایہ داریت وغیرہ جیسے نظریات جو نقل وعقل دونوں اعتبار سے مردود، اور ناقابل قبول ہیں کو رائج کیا، جس سے دنیا الحاد اور بے دینی کی لپیٹ میں آگئی، اور اللہ 'دین' آخرت کو فراموش کر بیٹھی اور لیکن ''**ظلموا أنفسهم**'' کا شکار ہو

گئی؛ یہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

۲۔ ''نئی دنیا کی دریافت''، ''دہشت گرد مخالف جنگ''، ''جمہوریت'' اور ''حقوق انسانی'' کے نام پر کروڑوں انسانوں کو بلا کسی امتیاز اور رحم وکرم کے موت کے گھاٹ اتار دیا، کولمبس نے ایک کروڑ ریڈ انڈیز کو انگریزوں نے ہزاروں لاکھوں بے گناہ ہندوستانیوں کو، فرانسیوں نے لاکھوں' عربوں اور حبشیوں کو اور امریکہ نے لاکھوں مسلمانوں، جاپانیوں وغیرہ کو بلا کسی جرم کے موت کے گھاٹ اتار دیا، اور اتارتے چلے جا رہے ہیں۔

۳۔ فیشن اور مغربی کلچر کے نام پر حیاء اور عفت اور عصمت کو تار تار کرا دیا اور بولیوڈ انڈسڑیاں قائم کر کے فحاشی' ہم جنسی پرستی کو خوب فروغ دیا۔

۴۔ عورتوں کو' حقوق نسواں' مساوات اور آزادی کے نام پر سڑکوں اور ٹیلی ویژن کے پردے پر عریاں کر کے لا کھڑا کیا، جس نے دنیا کی ایسی تباہی مچا ہی کے الامان والحفیظ خود عورت غیر محفوظ ہوگئی ہزاروں عورتیں شہوت کی خاطر یا تو قتل کر دی گئیں یا تو خودکشی کر بیٹھیں۔

۵۔ اپنے مفاد کی خاطر دنیا کے بڑے حصہ کو V.N.O جیسی تنظیم قائم کر کے اس کے زیر نگیں کر دیا اور غربت میں شدت کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے لاکھوں انسان دنیا میں بھوکے پیاسے لقمہ اجل بنتے چلے جا رہے ہیں۔

۶۔ پوری دنیا میں ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کا رول ادا کرتے ہوئے مغرب پوری دنیا کو داخلی لڑائیوں میں مشغول کئے ہوئے ہے، ہندوستان کو کشمیر کے نام پر، پاکستان میں بلوچ، پنجاب، سندھ، سرحد، وغیرہ علاقیت کو فروغ دیا جا رہا ہے، عربوں میں کوئی سعودی اماراتی یمنی وغیرہ اب تک بے شمار ممالک کو داخلی جنگوں میں مبتلا کر کے خود دخیل بن کر اپنی فوجوں کو ان کے ممالک میں مسلط کر کے ان سے بے شمار اخراجات وصول کر لیا ہے یا وہاں قیمتی وسائل کو لوٹ رہا ہے مثلاً کویت، سعودیہ وغیرہ میں عراق کو حملہ کرا کے، اب اپنی ہزاروں فوجوں کو وہاں بیٹھا رکھا کہ اس ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر من گھڑت منصوبہ بنا کر افغانستان پر اور اس کے واسطہ پاکستان پر دباؤ بڑھا جا رہا ہے۔ اسی طرح کیمیائی ہتھیار کے نام پر عراق پر قبضہ کر کے مشرق اسلامی میں اپنے طویل قیام کی راہ ہموار کرنے کے ساتھ ساتھ عراق کے معدنی وسائل پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔

۷۔ کھیل کود، ٹی وی، سریز وغیرہ کو فروغ دے کر دنیا کو بے کار اور بے سود چیزوں میں مشغول رکھ کر دنیا کے افراد کو دنیوی واخروی ترقی سے محروم رکھا جا رہا ہے تاکہ مغرب کی اجارہ داری تادیر قائم رہ سکے۔

۸۔ آسائش وآرائش، زیب وزینت، عیش وعشرت کی نئی نئی مصنوعات مارکیٹ میں پیش کر کے انسان کو صرف بدن اور اپنی فانی دنیا میں منہمک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ روحانیت کی طرف توجہ ہی نہ ہو۔

۹۔ سودی نظام کو اس طرح پر کر دیا گیا کہ اس کے بغیر ترقی ممکن نہیں، حالاں کہ یہ ایک سازش ہے، جس کے ذریعہ پوری دنیا کو مغرب نے اپنا مقروض بنا دیا اور اپنے زیر نگیں کر لیا ہے، تاکہ پورے طور پر دنیا میں اپنا سکہ برقرار رکھ

سکے، اور اس کی اجارہ داری قائم رہ سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مغرب کا ماضی حال اور مستقبل، قتل وغارت گری، ظلم وزیادتی، مکروفریب، تخریبی تحریکات کا قیام جیسے انتہائی پرخطر اور امن کے لئے مضر امور سے سیاہ ہے اور رہے گا۔ اس سے کبھی خیر کی امید نہیں کی جاسکتی، مغرب سے خیر کی امید گویا نیم کے درخت سے آم کی توقع کے مترادف ہے۔

اسلام کے دنیا پر احسانات:

اسلام بنا ہی ہے ''سلامۃ'' سے اور ایمان ''امن'' سے۔ اور الحمد للہ، امن اور سلامتی کا جو رنگ اسلام میں دیکھا گیا وہ دنیا کی تاریخ میں کسی اور مذہب کے حصہ میں نہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے، جس کا انکار ایسے ہی ہے جیسے کوئی دن کی روشنی میں سورج کے عدم طلوع کا انکار کرے۔ قرآن کا اعلان **''حتی لا تکون فتنۃ''** یعنی جب تک زمین پر فتنہ و فساد ختم نہ ہو جائے، مسلمان برابر کوشش کرتا رہے گا۔ اس کا مطلب تو صاف یہی ہوا کہ اسلام اس دنیا میں آیا ہی ہے امن قائم کرنے کے لئے اور فتنہ وفساد کو دفع کرنے کے لئے، اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ اسلام نے دنیا کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

آپ آج سے چودہ سو سال پہلے کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے، دنیا کس سنگین صورت حال سے دوچار تھی، پوری دنیا جہالت، گمراہی، قتل وغارت گری، بدکاری، بداخلاقی، ظلم وستم، ناانصافی سے دوچار تھی، دنیا کا کوئی حصہ پرامن نہیں تھا۔ عرب ہو یا عجم، فارس ہو یا روما، یونان ہو، یا مغرب، دنیا میں نہ کوئی قانون تھا، نہ کوئی عدالت، بادشاہ کو خدا کا درجہ دیدیا گیا تھا، اور مذہبی پیشواؤں نے دنیا کی خاطر دین کی صورت مسخ کر کے رکھ دیا تھا، دنیا میں بسنے والے انسان کے لئے کوئی ذات پات نہیں تھی، ایسے میں رحمت ایزدی جوش میں آئی اور نبی آخر الزماں، احمد مصطفیٰ، محمد مجتبیٰ، حبیب کبریاء ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا، اور پھر کیا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے ۲۳ رسالہ مختصر عرصہ میں پوری دنیا کی حالت بدل گئی، ایسا انقلاب دنیا نے دیکھا کہ اس کے اثرات آج تک دنیا پر باقی ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔

اسلام کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے دنیا کو وحدانیت کا درس دیا، اور اللہ ﷻ کے خالق، مالک، قدیر، علیم، بصیر ہونے کا ثبوت دیا، اور انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب عطا کر کے بتایا کہ درخت، حجر، شجر، بحر، جبل، کسی کے سامنے تیری پیشانی نہیں جھکے گی، اگر جھکے گی تو صرف اللہ ﷻ کے سامنے، جس سے انسان کے دماغ کی سوچ اور فکر کا رخ پلٹا، اور اب وہ پتھر و بحر وغیرہ کی تقدیس سے نکل کر اس پر تحقیقات کرنے لگا۔

اسلامی انقلاب کی ایک اہم ترین خصوصیت

یہ ہے کہ دوسرے انقلابوں کی طرح اسلامی انقلاب، قتل وغارت گری سے پاک ہے، اسلام کا اصول جہاد دنیا کے لئے رحمت ہے، زحمت نہیں۔ مغرب نے صنعتی انقلاب کے بعد اپنے غلبہ کے لئے کروڑوں نہیں، اربوں اور کھربوں بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا، جبکہ اسلام نے عین حالت جہاد میں بھی حکم دیا **''ولا تعتدوا''** حد سے تجاوز

نہ کرے۔

حدیث میں ہے: بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، کھیت نہیں جلائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو مغرب کا ایک پروپیگنڈہ ہے کہ وہ جہاد اسلامی پر دہشت گردی کا الزام عائد کیا ہے، حقیقت یہ کہ وہ اپنی دہشت گردی کی پردہ پوشی کے لئے اسلام کو دہشت گرد ٹھہرا رہا ہے۔

اسلام نے دنیا کو عدل وانصاف اور مساوات کا وہ درس دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی، آپ نبی کریم ﷺ کے فیصلوں اس کے بعد خلفاءِ راشدین کے فیصلوں پر اور اس کے بعد بھی مسلمان قاضیوں کے فیصلوں پر ایک سرسری نظر ڈالو تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ ان کے یہاں حاکم ومحکوم سب برابر ہے۔

اسلام نے بعث بعد الموت اور حساب کا عقیدہ اہمیت کے ساتھ ذکر کیا تا کہ انسان جان لے کہ یہ دنیا صرف ایک گھر نہیں، یہ تو ایک گذرگاہ ہے، اصل گھر تو آخرت کا گھر ہے، اس کی تیاری کرنی ہے، ورنہ کل اللہ ﷻ کے حضور بندہ کیا منہ لے کر حاضر ہوگا۔ "**وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو و لعب و ان الدار الآخرة لهي الحيوان لو كانو يعلمون**"۔

اسلام نے "**و ما خلقت الجن و الانس الا ليعبدون**" کے ذریعہ انسان کو مقصد حیات بتلا دیا کہ صرف کھانا، پینا، سونا، تفریح کرنا، کھیل کودکرنا، وقت ضائع کرنا، مقصد نہیں، بلکہ مقصد تو عبادت خداوندی ہے؛ بقیہ کھانا پینا اور سونا، تفریح کرنا، ضرورت اور حاجت میں داخل ہے، لہٰذا ضرورت کے بقدر ہی اس میں لگنا چاہئے، ورنہ اکثر وقت عبادت میں صرف کرنا چاہئے۔

اسلام نے دنیا میں بسنے والے انسانوں کو بتایا کہ وہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، لہٰذا محبت، مودت، اتفاق و اتحاد، انسان کے لئے ناگزیر ہے، اس کے بغیر دنیا میں سکون نہیں حاصل ہو سکتا۔

اسلام نے مرد، عورت، اطفال، بوڑھوں، مزدوروں، غلاموں، جانوروں سب کو اس کے مناسب پورے حقوق دیئے، جس میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کوتاہی سے کام نہیں لیا؛ اعتدال اور مساوات کی جو رعایت اسلام نے کی ہے کوئی نہیں کر سکتا، کیوں کہ یہ حقوق، اللہ ﷻ کی جانب سے بیان کردہ ہیں جو ہر چیز سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔

غرض یہ کہ اسلام نے دنیا کو وہ دیا جو کسی نے نہیں دیا، اسلام کے دنیا پر وہ احسانات ہیں، جن کا شمار ناممکن ہے، مگر مغرب اور دنیا نے وہ ہی کیا جو عام طور پر محسنین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں مشہور ہے "**اتق شر من احسنت اليه**" جس کے ساتھ تو حسن سلوک کرے اس کے شر سے بچتا رہ۔ اسلام کے احسانات کا بدلہ یہی دیا کہ اس سے سب کچھ لینے کے بعد اب اسی پر مختلف طرح کے الزامات عائد کیے جا رہے ہیں، مگر ہم مسلمان ہیں، ہمارا دین حق ہے، ہم انشاء اللہ ضرور غالب ہوں گے، اس وقت ہم جس پستی کا شکار ہیں اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں، ہم نے اسلامی تعلیمات کو ترک کر دیا، ہم نے خود اسلام کی قدر نہیں کی۔

اللہ ﷻ ہمیں اسلام سے وابستہ کرے، اس کی محبت سے ہمیں سرشار کردے، اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!